الجہاد فی الاسلام

اور

بھارت کا جارحانہ اقدام

مولانا عبدالمنان صاحب عمر۔ ایم۔ اے

تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم۔ فضل اللہ المجاھدین باموالھم و انفسھم علی القاعدین درجۃً وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ و فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیماً۔

سید الکونین، رحمۃ للعالمین، فخرِ رسل، نبیوں کے سردار، پاک محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جس کامل تعلیم اور آتشی شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے تھے وہ محض نظریہ اور فلسفہ نہیں بلکہ سرتا پا عمل ہے۔ پورا قرآن مجید ایمان کے ساتھ عمل صالح سے گونج رہا ہے۔ اس میں رہبانیت، تیاگ، گوشہ گیری، محض نظری مراقبات، دھیان اور الٰہیات کی فلسفیانہ خیال آرائی پر نجات کا استحقاق موقوف نہیں، بلکہ اس میں ایمانیات کے ساتھ نیک عملی اور نیک کرداری کی جدوجہد پر بھی زور دیا گیا ہے۔

عام طور پر اسلام کے سلسلۂ عبادات میں جہاد کا نام فقہاء کی تحریروں میں نہیں ملتا لیکن قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عبادت کی اہمیت

بہت سے دوسرے فقہی احکامات وعبادات سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اسلام میں بعض احکام ایسے ہیں جن کا تعلق حالتِ امن کے ساتھ ہے اور بعض ایسے جن کا تعلق حالتِ جنگ وخوف کے ساتھ لیکن جہاد ایک ایسا عظیم الشان حکم ہے جس کا تعلق حالتِ جنگ کے ساتھ بھی ہے اور حالتِ امن کے ساتھ بھی۔ سارا قرآن مجید اس تلقین سے بھرا پڑا ہے۔ پھر بعض عبادات ایسی ہیں جن میں مال کی قربانی دینی پڑتی ہے، بعض میں جان کی، کچھ عبادات ایسی ہیں جن میں وقت قربان کرنا پڑتا ہے بعض میں آرام وآسائش لیکن جہاد ایک ایسی عبادت ہے جو ان تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ جہاد بالمال بھی ہوتا ہے اور جہاد بالنفس بھی اور جہاد بالعلم بھی اور بعض جہاد ایسے ہیں جن میں آرام وآسائش کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح اسلام کے سلسلۂ عبادات میں جہاد کی بہت اہمیت ہے اور اس کی حیثیت بہت سے دوسرے فقہی احکام وعبادات سے زیادہ ہے۔

ابھی میں نے جہاد کے جس اہم گوشے کا ذکر کیا ہے اس کی وضاحت خود لفظ جہاد میں موجود ہے۔ جہاد کا لفظ جُہد سے نکلا ہے۔ جہاد اور مجاہدہ کے الفاظ فِعَال اور مُفَاعَلَة کے وزن پر اسی جُہد سے مصدر ہیں اور لغت میں اس کے معنے سعی، محنت اور کوشش کے ہیں اور اسی کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنی بھی ہیں یعنی حق کوشی، صداقت کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدّوجہد، قربانی اور ایثار اور اپنی تمام جسمانی، مالی، دماغی، اخلاقی اور روحانی قوتوں اور اوقات کو اسی راہ میں لگا دینا۔ حق کے دشمنوں کی کوششوں کو اکارت کرنا، مخالفوں کے مکر وفریب کو توڑنا، ظالموں کے حملوں کی مدافعت اور

اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر اُن سے تیر آزما بھی ہونا پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا یہی جہاد ہے اور یہ اسلام کا ایک رُکن اور سلسلۂ عبادات کی ایک اہم کڑی ہے۔

جہاد ترقی اور سعادت کا بہت بڑا ...... ذریعہ ہے۔ صحابہ کرام رضی زندگی بھر اس راہ پر گامزن رہے۔ اسی جہاد کا جذبہ اور اس کے حصول ثواب کی تمنا تھی کہ انہوں نے حق کی حمایت کے لئے ہر قسم کی جسمانی تکالیف بے خطر اُٹھائیں، جان کو جوکھوں میں ڈال دیتے، آگ میں جلائے جانے، سُولی پر لٹکائے جانے، تیر و تفنگ سے چھد جانے، تلوار سے کٹ جانے اور ریگستان کی جلتی دھوپ، پتھر کی بھاری سل، طوق و زنجیر کی گرانباری، بھوک کی شدت، پیاس کی تکلیف، گھر بار سے جُدائی، بال بچوں سے دوری اور مال و دولت سے دستبرداری کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور ہر ملکیت کی قربانی کے لئے ہر وقت خوش دلی کے ساتھ آمادہ اور مستعد رہے۔ یہی جہاد آج بھی ہمارے لئے کامیابیوں کا زینہ اور ہر قسم کی مالی اور روحانی ترقیوں کا وسیلہ ہے۔

یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ "جہاد" اور "قتال" کے الفاظ ہم معنی ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ کے ایک معنی نہیں۔ ہاں جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قسم قتال اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنا بھی ہے۔ اس موقعہ پر جہاد کی قسموں کو پہلے سمجھ لینا چاہیئے۔ موٹے طور پر اس کی تین قسمیں ہیں۔ جہاد اکبر، جہاد کبیر، جہاد صغیر۔

جہاد اکبر خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد ہے۔ علامہ خطیب بغدادی نے

اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ان صحابہؓ سے جو ابھی ابھی لڑائی کے میدان سے واپس آئے تھے فرمایا:- رجعتم من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر تم چھوٹے جہاد یعنی غزوے سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو - بڑا جہاد انسان کی اپنی ناجائز نفسانی خواہشات سے لڑنا ہے - اسی طرح حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہشات سے جہاد کرے - ترمذی میں ہے المجاھد من جاھد نفسہ یعنے سب سے بڑا مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے -

جہاد کی دوسری قسم دین کی تبلیغ، اسلام کی اشاعت اور قرآن مجید کو پھیلانا ہے - کسی شخص کے پاس اگر عقل و معرفت، دین و صداقت اور علم و دانش کا نور ہے تو اس کا فرض ہے کہ اس سے دوسرے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے - دلیل و برہان کے ساتھ دین کی یہ تبلیغ و دعوت، جو سراسر علمی طریق ہے جہاد کی دوسری قسم ہے، اس کا سب سے بڑا ذریعہ اور ہتھیار قرآن مجید ہے، جو علم کے نور سے منور اور تبلیغ و دعوت کے دلائل سے بھرا پڑا ہے۔ اسے ہم جہاد بالعلم اور جہاد بالقرآن بھی کہہ سکتے ہیں - قرآن مجید میں اسے جہاد بالقرآن ہی کا نام دیا گیا ہے - چنانچہ سورۃ فرقان میں فرمایا وجاھدھم بہ جہاداً کبیراً یعنے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر جہاد کا فریضہ سرانجام دو - اسی طرح ہر مسلمان کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ حق کی حمایت اور دین کی نصرت کے لئے عقل، فہم، بصیرت اور برہان حاصل کرے -

جہاد کی تیسری قسم قتال ہے، یعنے جب دشمن تم پر تلوار اُٹھائے، جبر و ظلم سے کام لے تو مقابلے میں تم بھی تلوار اُٹھا سکتے ہو اور جب وہ فوجی طاقت سے تمہارے جان و مال، عزت و آبرو، ملک و وطن اور دین و ایمان پر حملہ آور ہو تو تم بھی میدانِ کارزار میں نکل آؤ اور قوت کا مقابلہ قوت سے کرو۔ پھر اگر تمہاری فتح ہو تو فتحمند غازی کی حیثیت سے گھر واپس آؤ گے ورنہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر شہید کی حیاتِ جاوید تمہارے حصے میں آوے گی۔ قتال کی شرائط پوری ہونے کے بعد جبر و اکراہ اور ظلم و ستم کے مقابلے میں مومن کے یہی دو مقام ہیں یا فتح نصیب غازی یا اس سے بمراتب بلند شہادت کی لازوال نعمت۔ پورے قرآن مجید میں مجھے ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملا جس میں شرائط قتال کے پورا ہو چکنے کے بعد مومن کی کسی تیسری حیثیت کا ذکر کیا گیا ہو۔ دیکھو جب مسلمانوں کو مکہ میں تختۂ ظلم و ستم بنایا گیا تو کس طرح انھوں نے صبر و تحمل سے کام لیا۔ آخر ہجرت بھی کر لی۔ لیکن دشمنوں نے مدینہ میں بھی آرام و چین سے نہ بیٹھنے دیا اور ان پر فوجی یلغار کر دی۔ مدینہ میں گو وہ ایک استبدادی حکومت کے پنجہ سے نکل آئے تھے اور ان کی اپنی ایک مختصر سی مملکت تھی۔ لیکن مدینہ میں مسلمانوں کے مصائب مکہ کے مقابلہ میں زیادہ تھے۔ منافقوں اور یہودیوں کی دوگونہ دشمنی بھی پیدا ہو چکی تھی۔ مکہ کی جائدادیں اور مال و مکان وہاں ہی رہ گیا تھا اور پوری طرح مدینہ میں ان کے قدم بھی نہ جمنے پائے تھے کہ صنادیدِ مکہ نے جنہوں نے دل سے مسلمانوں کی مدنی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا، ان پر حملہ کر دیا۔ ان مشکلات اور بے سر و سامانی کے باوجود شریعت کا قانون یہی تھا کہ اب قتال فرض ہے۔ قرآن مجید

نے صحابہ کرام کی اس وقت کی بے سروسامانی اور مشکلات کا خود ذکر کیا ہے۔
فرمایا:- كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (البقرۃ ۲: ۲۱۶)
اے محمد رسول اللہ کے ساتھیو تمہیں قتال کا حکم ایسی حالت میں دیا گیا تھا کہ اس فرض کا بجا لانا تمہارے لئے بڑا ہی مشکل اور تکلیف دہ تھا۔ بعض لوگوں نے اس آیت میں وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ کا ترجمہ غلطی سے یہ کر دیا ہے کہ تم اس وقت قتال کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اذ براللہ کیا صحابہ کرامؓ کے متعلق جن کا ایک ایک لمحہ احکام الٰہی کی بجا آوری میں گزر رہا تھا یہ خیال بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم یا اس کی بجا آوری کو مکروہ سمجھتے ہوں گے، اسی جگہ کرہٌ کے لفظ سے ان مشکلات اور بے سروسامانی اور قلت تعداد کا ذکر کیا گیا ہے جو صحابہ کرامؓ کی تھی۔

اس وقت بھی ایک عظیم دشمن ہم پر حملہ آور ہوا ہے۔ اس نے کبھی بھی حقیقی طور پر ہماری مملکت خداداد پاکستان کے مستقل وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ اس نے پہلے ہمیں ہمارے گھروں سے نکالا، وطن سے بے وطن کیا۔ ہمارے مال و اسباب کو لوٹا اور ہمیں ہجرت پر مجبور کر دیا لیکن ہجرت کے بعد بھی اس نے اپنی تاخت و تاراج کو نہ چھوڑا اور آخر کھلم کھلا بین الاقوامی حدود کو توڑ کر اپنی ٹڈی دل افواج کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا۔ اب جہاد کی تمام شرائط پوری ہو چکی تھیں، اور دنیا کے قانون ہر اخلاقی ضابطے اور ہماری شریعت کے مطابق ہم پر دفاع اولہ جہاد فرض ہو چکا تھا اور دور دور افق سے یہ آواز بلند ہو رہی تھی:

تقاضا ہے موجوں کا طوفاں سے کھیلو ۔ کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

آج جہاد ہم پر اس لئے بھی فرض ہے کہ دشمن کے ظلم وستم کی انتہا ہو چکی ہے۔ ہمارے صبر وتحمل کا جام لبریز ہو چکا ہے۔ ہم ہجرت کر کے دشمن کے پنجۂ استبداد سے نکل چکے ہیں۔ ہم پر حملہ کیا گیا ہے۔ ہمارے حلیفوں کو دیو استبداد اپنے پاؤں تلے روند رہا ہے۔ کشمیری ہمارے حلیف ہیں۔ ہم نے ان سے قومی اور بین الاقوامی ہر سطح پر انہیں حق خود ارادیت دلانے کا عہد ومیثاق کیا ہوا ہے اور وہ مظلوم ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وما لكم لا تقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرّجال والنّساء والولدان الذين يقولون ربّنا اخرجنا من هٰذه القرية الظالم أهلها واجعل لّنا من لّدنك وليًّا وّاجعل لّنا من لّدنك نصيراً۔

(النساء ۴ : ۷۵)

تمہارے لئے کیسے ممکن ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی راہ میں قتال نہ کرو حالانکہ چھوٹے چھوٹے بچے، بے وسیلہ عورتیں اور کمزور مرد آہ وزاری کر رہے ہیں کہ الٰہی ہمیں ان ظالموں کے پنجہ سے نجات دلا اپنی جناب سے ہمارے حمایتی اور مددگار پیدا فرما اور اپنے حضور سے ہماری فتح ونصرت کے سامان پیدا کر۔

موجبات جہاد میں سے جتنی باتیں میں نے اوپر بیان کی ہیں ان میں سے ایک ایک موجب ہمیں مرتکب کر دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ آخری صورت تو ہمیں ایک لمحہ کے لئے توقف کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ اہل کشمیر پہ ہندو ظالموں کی طرف سے جو دلدوز ستم توڑے جا رہے ہیں، جن دل شگاف ظلموں

کا انہیں نشانہ بنایا جا رہا ہے، جس طرح ان کی عزت و عظمت کو لوٹا جا رہا ہے جس درندگی اور حیوانیت کا سلوک جن سنگھی اور آریہ سماجی غنڈے وہاں کے نہتے اور بے بس باشندوں پر روا رکھ رہے ہیں وہ اب کوئی راز کی بات نہیں رہی ہندوؤں کی بے دین ریاست کا منہ کالا ہو چکا ہے وہ مشابہت الوجوہ کا مصداق بن چکے ہیں، ان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگ چکا ہے۔ انہوں نے ان تمام معاہدات کو پرزے پرزے کر دیا ہے جو خود کاشمیری باشندوں سے، پاکستان سے اور دنیا کی سب سے بڑی عالمی مجلس اقوام سے انہوں نے کئے تھے، وہ ظالم ہیں وہ عہد شکن ہیں، وہ فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکانے والے ہیں وہ درندہ صفت ہیں، اور ہمارا انسانی فرض ہے، ہمارا قانونی فرض ہے، ہمارا اخلاقی فرض ہے ہمارا قومی اور بین الاقوامی فرض ہے، ہمارا مذہبی اور دینی فرض ہے کہ ہندو ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچائیں اور اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کی امداد کو پہنچیں۔ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدانِ کارزار میں کود پڑیں اور خدائے علی و کبیر کی عظمت و جبروت پر بھروسہ کر کے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی مقدس آگ کو سینوں میں روشن کر کے توپوں کے دہانے دشمن کی طرف کھول د

کسی لمبی بحث کا یہ موقعہ نہیں اس وقت میں صرف فتح مکہ کے موجبات کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ مکہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس حملے کا فوری موجب یہ تھا کہ قریش مکہ نے مسلمانوں پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے حلیف ایک قبیلے پر حملہ کر دیا تھا اور آنحضرت اپنے اس معاہدے کی تعمیل میں جو اس قبیلے کے ساتھ آپ نے کر رکھا تھا دس ہزار قدوسیوں کو لے کر مکہ پر حملہ آور ہوئے

واقعات یہ ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قبائل عرب میں سے جو قبیلے مسلمانوں کے حریف ہوئے تھے اُن میں سے خزاعہ کا قبیلہ بھی تھا۔ ایک موقعہ پر بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش مکّہ نے علانیہ انہیں مدد دی، خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم میں پناہ لی لیکن عین حدود حرم میں خزاعہ کا خون بہایا گیا۔ خزاعہ نے مدد کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس فریاد کی۔ اس پر آنحضرت صلعم نے مکّہ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ یہی حالات کشمیر کے مسلمانوں کے ہیں۔ وہ ہمارے حلیف ہیں ان پر ہندؤوں کی بے دین حکومت نے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اُن کی مدد کو پہنچیں۔

ہم بفضلہ تعالیٰ احمدی ہیں۔ یہ جماعت احمدیہ کا سٹیج ہے، ہم نے اب تک دامے، درمے، قدمے، سخنے، غرض ہر طرح ہندوستان کے جارحانہ اقدام کے خلاف اپنی خدمات کو پیش کیا ہے اور اجتماعی اور انفرادی طور پر لاکھوں روپیہ دفاعی فنڈ میں دیا ہے ہمارے کتنے ہی جیالے میدان کارزار میں مصروفِ جہاد ہیں اور ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پاکستان کی اس فوجی جدوجہد کو جہاد سمجھتے ہیں اور اس کی فوجی کارروائیوں میں جو لوگ اللہ کو پیارے ہوئے انہیں شہید قرار دیتے ہیں۔

شاید اس موقعہ پر کوئی سوال کرے کہ جماعت احمدیہ کے بانی نے تو آئندہ کے لئے جہاد کو حرام قرار دیا ہے اور کہا ہے ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

پھر ان کی جماعت پاکستان کی موجودہ جنگ کو جہاد کیونکر قرار دے سکتی ہے۔
اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب خادمِ اسلام، خادمِ رسول اور خادمِ قرآن تھے آپ خود فرماتے ہیں :۔

"اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا لفظ منسوخ نہیں ہوگا۔"

(نشان آسمانی ص۲۸)

پھر آپ فرماتے ہیں :۔

"ہم خادم اسلام ہیں، اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے..... ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے .... ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوے بالمقابل نہیں اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے.............. اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے۔"

(خط مندرجہ الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

پس حضرت مرزا صاحب جن کا دعوےٰ متبع اسلام اور خادم اسلام ہونے کا ہے اور جن کے نزدیک قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اور شعشہ بھی تا قیامت منسوخ

... نہیں ہو سکتا وہ جہاد ایسے حکم کو جس سے سارا قرآن مجید بھرا پڑا ہے کیونکر انکار کر سکتے ہیں اور کس طرح سے منسوخ قرار دے سکتے ہیں۔ ایک خادم اسلام پر کتنا بڑا الزام اور افترا ہے نہ وہ خود اسلام کو منسوخ کر رہا ہے۔ مرزا صاحب تمام عمر جہاد بالقرآن، جہاد بالمال اور جہاد بالنفس میں مصروف رہے اور اپنی پوری جماعت کو اس راہ پر ڈال دیا اور اپنی جماعت کو یہ تعلیم دی کہ قرآن مجید کے احکام میں سے جو شخص کسی ایک حکم کو بھی نہیں مانتا وہ اپنے ہاتھ سے نجات کا دروازہ اپنے اوپر بند کرتا ہے جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب کشتی نوح میں بالتصریح لکھا ہے۔ پھر چند متشابہات کو پیش کر کے آپ کی محکمات کو کس طرح نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آپ نے متعدد جگہ جہاد کے متعلق اظہار خیال فرمایا ہے اور جہاد کی مندرجہ بالا جو اقسام میں نے بیان کی ہیں یہ بھی آپ ہی کے رشحات قلم کا اقتباس ہیں ان اقسام ہی سے اس جگہ اختلافی بات جہاد کی تمام اقسام میں سے صرف جہاد کے بارے میں پیدا ہوئی ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جس جس جگہ آپ نے جہاد کی ممانعت کا ذکر کیا ہے وہاں جہاد کی ایک خاص شکل یعنی جہاد بالسیف یعنی قتال کے اس تصور کا ذکر ہے جو غلط طور پر بعض دنیا پرستوں کے ذہن میں پیدا ہو چکا تھا کہ ہر قسم کے کافر کی جان و مال کو ہر حالت میں لوٹ لینا جائز ہے اور بالجبر مسلمان بنانے میں ہرج نہیں۔ عزت آبرو پر ہاتھ ڈالنا عزوہ ہے۔ دراصل ان مواقع پر آپ نے ان بعض غلط کار لوگوں کے غلط تصور جہاد کا ابطال کیا ہے جو اسلام کے نام پر خونریزی، فساد، ڈاکہ زنی

اور غارت گری کے لئے ہیں۔

چنانچہ آپ اپنی کتاب تحفۂ قیصریہ (صنا) میں فرماتے ہیں :۔

"دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھا دیا کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مخالف ہیں"

پھر آپ کی تحریروں میں اس وقت قتال کی ان شرائط کے نہ پائے جانے کا ذکر ہے جن کے پائے جانے کے بغیر کسی دیندار مسلمان کے نزدیک بھی قتال جائز نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

"کسی عادل گورنمنٹ کے سایہ معدلت کے نیچے رہ کر ...... پھر اس کی نسبت بغاوت کا قصد رکھنا اس کا نام جہاد نہیں ہے بلکہ یہ ایک نہایت وحشیانہ اور جہالت سے بھرا ہوا خیال ہے۔ جس گورنمنٹ کے ذریعہ آزادی سے زندگی بسر ہو اور پورے طور پر امن حاصل ہو اور فرائض مذہبی کما حقہٗ ادا کر سکیں اس کی نسبت بدنیتی کو عمل میں لانا ایک مجرمانہ حرکت ہے نہ جہاد" (تحفۂ قیصریہ صلا)

پس چونکہ آپ جس حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے تھے اس میں آپ .... کو مذہبی آزادی حاصل تھی اور آپکو دنیا میں سب سے زیادہ پیارا اپنا مذہب تھا اور آپ کو سب سے زیادہ عزیز یہ امر تھا کہ اپنے خیالات کو بلا روک ٹوک پھیلا سکیں اور یہ مقصد بھی آپ کو حاصل تھا۔ اب بطور ایک دیانتدار، دین دار و فاسرشت

اور احسان شناس کی اخلاقی حالتوں سے متصف انسان کے آپ کا فرض تھا کہ آپ امن کی قدر کرتے اور ہر اس تحریک کی مخالفت کرتے جو اس صلح، امن، اور آشتی کی فضا کو مکدر کرے۔ چنانچہ اپنے زمانہ کی حکومت کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

"اس کے عہد سلطنت میں یہ موقعہ تھا کہ ہر ایک بھلائی تو بادنیا اور دین کے متعلق ہو حاصل کر سکیں اور اپنے نفس اور اپنی قوم اور بنی نوع انسان کے لئے سچی ہمدردی کے شرائط بجا لاسکیں اور ترقی کی راہوں پر آزادی سے قدم مار سکیں جن راہوں پر چلنے سے نہ صرف دنیا کی مکروہات سے محفوظ رہ سکتے ہیں بلکہ ابدی جہاں کی سعادتیں بھی حاصل کر سکتے ہیں"

(تحفۂ قیصریہ صلا)

میرے بھائیو! کسی شخص کو یہ تو حق حاصل ہے کہ مذہبی آزادی، ضمیر کی آزادی اور اپنے نفس اور اپنی قوم اور بنی نوع انسان کے لئے سچی ہمدردی کی شرائط کی بجا آوری کو اتنی وسعت نہ دے جتنی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ دیتے تھے یا اس میں شکر گذاری اور احسانمندی کا مادہ کم ہو لیکن جو ان باتوں کو سب سے مقدم رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر میری اقتصادی حالت کمزور بھی ہو جائے لیکن یہ نعمتیں مجھے حاصل رہیں اور شکر گذاروں اور احسان مندوں کے اخلاق سے وہ متصف ہے اور امن پسند اور امن کا شہزادہ ہے تو اگر وہ قتال و جہاد کی ان شکلوں کی مخالفت کرتا ہے جس سے امن کی فضا مکدر ہوتی ہے اور جو خلاف اسلام بھی ہیں تو وہ شخص یقیناً مورد الزام نہیں بلکہ سزاوار ستائش و حمد ہے۔

پس آپ نے جب حکومت وقت کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیا تو کتنا جائز

خوشامد سے کام نہیں لیا بلکہ انصاف اور ضرورت کے تقاضوں کو پورا کیا۔

آپ نے اس دَور میں آنکھ کھولی تھی جب انگریزوں سے پہلے پنجاب کے حاکموں کی مسلمانوں کے خلاف شورش بڑھی ہوئی تھی اور اذان تک دینے کی اجازت نہ تھی۔ ان کی مسجدیں۔ اصطبلوں میں تبدیل کی جارہی تھیں اور نئی حکومت نے اس صورت کو بدلنے میں قابل قدر کام سر انجام دیئے تھے تو اگر اس میں بعض دوسرے وجوہ سے نقائص بھی تھے تو ایک احسان مند قلوب اور مذہب و دین کو والہ و شیدا شخص تو اپنے آپ کو اس حکومت کے لئے تشکر و احسان مندی کے جذبات سے معمور ہی پائے گا آپ کا یقین و ایقان تھا کہ حکومت وقت میں:۔

اچھی حالتوں اور اچھے اخلاق کی طرف ایک انقلاب برپا ہو رہا ہے اور وحشیانہ جذبات ملکوتی حالت کی طرف انتقال کر رہے ہیں اور نئی ذرّیت نفاق کی جگہ اخلاص کو پسند کرتی جاتی ہے اور لوگوں کی استعداد یں سچائی کے قبول کرنے کے لئے بہت نزدیک آتی جاتی ہیں۔ انسانوں کی عقل، فہم اور سوچ میں ایک بڑی تبدیلی پیدا ہوگئی ہے اور اکثر لوگ ایک سادہ اور بے لوث زندگی کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد سلطنت ایک ایسی روشنی کا پیش خیمہ ہے جو آسمان سے اُتر کر دلوں کو روشن کرنے والی ہے"

(تحفۂ قیصریہ)

کسی شخص کو ان خیالات سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن جس کا یہی ایمان و ایقان

ہو اور بعد کے واقعات نے جس کی تصدیق بھی کر دی ہو اور اس برٹش گورنمنٹ کے وسیلے سے مملکتِ خداداد پاکستان نے دنیا میں جنم لیا ہے اور اسی گورنمنٹ کی دیوار کے تلے سے ہمیں پاکستان کا خزانہ ملا ہو تو اس ایمان و ایقان والے شخص کو جب وہ امن و امان کی فضا کو قائم رکھنے کے لئے جہاد کے بارے میں غلط خیالات کا ابطال کرنے پر زور دے رہا ہو تو اسے یقیناً غلط کار قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس سلسلے میں تیسری بات یہ قابلِ ذکر ہے کہ ہمارے اس زمانے میں اسلام پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام دنیا میں بزورِ شمشیر پھیلا۔ یہ الزام سرتاسر غلط ہے اسلام دنیا میں کبھی بزورِ شمشیر نہیں پھیلا لیکن گذشتہ زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ تاریخی جہت سے اسلام کی ترقی اور اس کی دفاعی اور انتظامی جنگیں پہلو بہ پہلو ہوتی رہی ہیں اسی وجہ سے بعض خائنوں کو اس دھوکہ دہی کا موقعہ مل گیا کہ وہ اسلام کی ترقی اور اس کی جنگوں کو پہلو بہ پہلو دکھا کر یہ الزام دھر سکیں کہ دیکھو اسلام کی ترقی ان جنگوں کی رہینِ منت ہے۔ چونکہ ہر شخص میں یہ اہلیت نہیں ہوتی کہ وہ وسیسہ کاریوں اور مغالطہ دہیوں کے تہ بتہ پردوں کے پیچھے دبی ہوئی صداقتوں کو دیکھ سکے اسی لئے اللہ تعالےٰ کی حکمتِ کاملہ نے چاہا کہ مسیح موعودؑ کے عہد میں امن و سکون کی فضا میں تبلیغ اور جہاد بالقرآن کے زور سے اسلام کی صداقت کو چمکا کر دکھلا دے اور اس عہد میں حالات ایسے پیدا کر دے کہ قتال کی شرائط موجود نہ رہیں اور قتال شرعی بند ہو جائے اور اسی طرح

دن سے کو دن شخص بھی دیکھ لے کہ کس طرح اسلام محض اپنی صداقت کے زور سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہا ہے۔ ورنہ مرزا صاحب کون ہوتے ہیں جو قرآن مجید کے کسی حکم کو منسوخ کر سکیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ ایک طرف اسلامی حکومتوں پر زوال آگیا اور وہ جنگ و جدال کے قابل نہ رہے۔ دوسرے ان حکومتوں کے دائرے کو وسیع کر دیا جن میں مذہبی آزادی تھی اور ان کے خلاف تلوار اٹھانا جائز نہ تھا اور کمزوروں کے دل خراش حالات سے انہیں دو چار ہونا پڑا لیکن عسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو کرہ لکم کے مطابق ان دل دوز واقعات کی تہ میں یہ خبر پوشیدہ تھی کہ اسلام کی صداقت کا منور چہرہ کھل کر لوگوں کے سامنے آنے کا سامان ہو رہا تھا اور اللہ تعالے اپنی فعلی شہادت سے دنیا کو دکھا رہا تھا کہ اسلام کی ترقی کے گذشتہ دور پر تم نے یہ کہکر پردہ ڈالا کہ دیکھو اس کے ساتھ سیف و سنان، جنگ و جدل اور مادی فتوحات ملی ہوئی تھیں اس لئے یہ ترقیاں صداقت اسلام کی وجہ سے نہ تھیں بلکہ شمشیر و سنان کی رہین منت تھیں۔ لیکن مسلمانوں کے اس مادی انحطاط کے دور کے ...... نو مسلموں کی تعداد میں روز افزوں اضافے کے پیش نظر بتلاؤ کہ اب اسلام کی اس ترقی کی اس کے سوا کیا توجیہہ ہو سکتی ہے کہ یہ اسلام کی صداقت ہی ہے جس کا لوگ شکار ہوتے ہیں۔ وقت نہیں ورنہ اعداد و شمار کی روشنی میں بتاتا کہ کس طرح گذشتہ پون صدی میں بھی مختلف ممالک میں اسلام کی ترقی ہوئی۔ مثلاً بنگال ہی دیکھو، ۱۸۸۰ء میں مسلمان بنگال میں اقلیت

میں تھے۔ لیکن سن ۱۹۰۱ء میں ان کی تعداد غیر مسلموں سے چوبیس لاکھ بڑھ گئی یہ اضافہ تینتیس فی صد ہوتا ہے۔ اسی طرح آج افریقہ میں عیسائی اپنی منادی کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہا رہے ہیں اور ان کے مقابلہ میں وہاں محض ہماری چھوٹی سی جماعت میدان میں کام کر رہی ہے ایک عیسائی کے مقابلے میں چار افریقی مسلمان ہو رہے ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر ایک انصاف پسند اور حق پرست کی نظر میں کس طرح اس بات کی صداقت نمایاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے ایسے سامان پیدا کر رہا ہے کہ اسلام کی رفتار بڑھ جائے گی اور زمانہ کبھی وہ ہوگا جب حالات کے تقاضے سے کسی رنگ میں دینی قتال نہیں ہو رہا ہوگا خواہ وہ دفاعی رنگ ہی میں کیوں نہ ہو۔ اس طرح واقعاتی شہادت سے کھل جائے گا کہ اسلام دنیا میں بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ گویا حرمت جہاد کا اعلان کرکے حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک واقعاتی حقیقت کی طرف اشارہ کیا اور دنیا کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ اب دونوں طرح اس الزام کو باطل کر دے گا۔ ایک طرف اسلامی تبلیغ کے وسیع دروازے کھل جائیں گے اور بغیر تلوار کے اسلام میں لوگ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ دیکھیں گے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے عموماً ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ دین کے بارے میں جبر اٹھا لیا جائے گا اور محض دین کی خاطر تلوار نہ اٹھے گی تا تلوار سے مارنے والوں کو اسلامی حکم کے مطابق تلوار سے مارا جائے۔ چنانچہ یہ دونوں صورتیں حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بعثت

کے زمانے سے دنیا دیکھ رہی ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ نے قتال کے مقابلے پر جو زیادہ زور جہاد بالقرآن پر دیا تھا۔ اس کی وجہ بھی خود ان کے الفاظ میں سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی تالیف کردہ کتابوں میں اس پر بھی زور دیا ہے کہ جو کچھ نادان مولوی تلوار کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ امر سچے مذہب کے لئے دوسرے رنگ میں گورنمنٹ برطانیہ میں حاصل ہے، یعنی ہر ایک شخص تمام تر آزادی سے اپنے مذہب کا اثبات اور دوسرے مذہب کا ابطال کر سکتا ہے میری رائے میں مسلمانوں کے لئے مذہبی خیالات کے اظہار میں قانونی حد تک وسیع اختیارات ہونے میں بڑی پرخیر مصلحت ہے کیونکہ وہ اس طور سے اپنی اصل غرض پا کر جنگجوئی کی عادت کو جو کتاب اللہ کی غلط فہمی سے بعضوں میں پائی جاتی ہیں بھلا دیں گے۔ وجہ یہ کہ جیسا ایک نشئی چیز کا استعمال کرنا دوسری نشئی چیز سے فارغ کر دیتا ہے ایسا ہی جب ایک مقصد ایک پہلو سے نکلتا ہے تو دوسرا پہلو خود سست ہو جاتا ہے" (تحفہ قیصریہ صد۱۲)

ممانعت جہاد پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے لئے اس لئے بھی زور دینے کی ضرورت تھی کہ جیسا انہوں نے خود لکھا ہے:۔

"مسلمان لوگ ایک خونی مسیح کے منتظر تھے اور نیز ایک خونی

مہدی کا بھی انتظار کرتے تھے اور یہ عقیدے اس قدر خطرناک ہیں کہ ایک مفتری کاذب مہدی موعود کا دعویٰ کر کے ایک دنیا کو خون میں غرق کر سکتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں یہ خاصیت ہے کہ جیسا وہ ایک جہاد کی رغبت دلانے والے فقیر کے ساتھ ہو جاتے ہیں شاید ایسی تابعداری بادشاہ کی بھی نہیں کر سکتے ...... عجیب بات ہے کہ یہ لوگ بنی نوع کی خونریزی سے خوش ہوتے ہیں مگر یہ قرآنی تعلیم نہیں ہے اور نہ سب مسلمان اس خیال کے ہیں۔ (تحفہ قیصریہ صـ۱۳)

اس لئے انہوں نے دائمی اور ہر لمحہ کے قتال کی پرزور الفاظ میں تردید کی ہے اس تردید کا ایک زبردست تعلق بانیٔ سلسلہ کے اپنے دعوے کے ساتھ بھی ہے۔ آپ اپنی کتاب سراج منیر صـ۵ میں لکھتے ہیں:۔

"ایک امام کے ظہور کے لئے جو آسمان و زمین گواہی دے رہے ہیں اس سے یہ مطلب نہیں کہ کوئی خونی مہدی یا مسیح غازی ظہور کرے گا۔ یہ تمام باتیں نافہمی کے خیال ہیں بلکہ ہم مامور ہیں کہ آسمانی نشانوں اور عقلی دلائل کے ساتھ منکروں کو ملزم کریں اور خوارق کے ساتھ ایمان کو دلوں میں اتاریں"۔

علامہ شبلی مرحوم نے لکھا ہے کہ ارباب سیر مغازی کی داستان جس قدر دراز نفسی اور بلند آہنگی سے بیان کرتے ہیں یورپ اسی قدر اس کو زیادہ شوق سے جی لگا کر سنتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ داستان اور پھیلتی جائے کیونکہ اُسے

اسلام کے جور و ستم کا جو مرقع آراستہ کرنا ہے اس کے نقش و نگار کے لیے اسے لہو کے چند قطرے نہیں بلکہ چشمہ ہائے خون درکار تھے اس طرح مخالفوں نے اسلامی جہاد کو اس زور سے پیش کیا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ زبردستی مسلمان بنائے جائیں لیکن یہ خیال چونکہ واقعہ میں غلط اور سرتاسر غلط تھا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اسلام کے دفاع میں اسی زور سے تردید کی اور اس ابطال کا زور اسلام کے لئے آپ کی غیرت کی شدت کی وجہ سے اس درجہ بڑھا۔ اور آپ نے اس خطرناک الزام کی تردید میں ایسا زبردست ہاتھ چلایا کہ بعض لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے تدبر اور گہری سوچ کا مادہ نہیں بخشا اور وہ محض قشر پرست ہوتے ہیں وہ آپ کی تحریر کے نفیس و باریک نقوش کو تو نہ دیکھ سکے محض اس کے چند اُبھرے ہوئے نقوش اور خدوخال میں اُلجھ گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ گویا آپ اسلام کے بنیادی حکم جہاد ہی کو منسوخ کر رہے ہیں حالانکہ نہ دائمی طور پر آپ نے جہاد کو منسوخ کیا، اور نہ آپ کو کوئی ایسا اختیار ہی حاصل تھا۔ اس موقعہ پر آپ نے "التواء" کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی وقتی طور پر قتال کو ملتوی کر دیا گیا ہے۔ پس حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا فتوے حالات کے تقاضے سے وقتی طور پر قتال کے التواء کا ہے نہ دائمی رنگ میں اس کی حرمت کا۔

غرض یہ قتال کا وقتی التواء تھا جس کی طرف حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے متوجہ کیا۔ یہ نہیں کہ اب ہمیشہ ہی امن و سکون کی فضا کا قائم رہنا ضروری تھا اور کبھی بھی اسلامی قتال اور فوج کشی کا دور نہیں آنا تھا۔ اسلامی حکم یہی ہے ان علم نم علنا اگر غیر مسلم پھر کسی وقت صلح و امن کی فضا کو جنگ و جدل سے

آلودہ کریں گے تو انشاء اللہ اسلامی فوجیں مقابل میں نکل آئیں گی - خود حضرت بانیٔ سلسلہ کی متعدد پیشگوئیوں اس طرف راہنمائی کرتی تھیں - اگر میں ان کی تفصیلات میں گیا تو اپنے اصل موضوع سے دور ہٹ جاؤں گا اس لئے اس موقعہ پر میں صرف آپ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کے ذکر پر ہی اکتفا کروں گا جس میں فوجوں کے آنے پاکستان کی فتح اور ہندوؤں کی شکست اور شرمساری کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں دشمن فوجی یلغار کرے گا اور بڑے طمطراق سے اپنی فتح و کامرانی کی پیشگوئیاں کرے گا - لیکن اسلامی فوجیں ان کے مقابل میں نکل آئیں گی وہ فوجیں ایسے مقدس مقصد کو لے کر مرتکب ہونگی کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنی فوجیں قرار دیا ہے اور ان کے سینہ سپر ہونے سے دشمن ملک کے وزیر اعظم شاستری کی اپنی فتح مندی کے متعلق پیشگوئی جھوٹی نکلے گی - اب دیکھو کس طرح اس پیشگوئی کا ایک ایک لفظ پورا ہوا -

اس موقعہ پر میں بانیٔ سلسلہ کی ایک پیشگوئی کی طرف بھی احباب کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس میں آپ نے کہا ہے کہ تم میں سے ابھی کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ آریہ سماج کی بجلیاں ٹوٹی ہوئی دیکھ لیں گے اور ان کی حقیقت مسلمانوں کے سامنے چوہڑے چماروں کی ہو جائے گی - یہ الٰہی تقدیر ہے جو اپنے وقت پر پوری ہو کر رہے گی -

دوستو! اسلام کی نشاۃ ثانیہ، مسلمانوں کی فتح اور اسلامی ممالک کی ترقی پاکستان کی سالمیت سے وابستہ ہے پس اللہ تعالیٰ پاکستانی افواج کی نصرت فرمائے انہیں فتح عظیم بخشے ان آریہ سماجیوں کی سرزمین کو مسلمان فتح کریں گے اللہ تعالیٰ پاکستانی

شہیدوں کو جنت فردوس میں جگہ دے۔ اس کے غازیوں کی صحت و سلامتی رکھے۔ ارباب حل و عقد کی خود راہنمائی فرمائے اور انہیں ہر قسم کی لغزشوں، دباؤ اور ترغیب و ترہیب سے بچائے رکھے۔ دشمن کمینہ بھی ہے اور دغاباز بھی اس کی چالبازیوں سے مملکت خداداد پاکستان کو محفوظ و مصئون رکھے۔ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کا حامی ناصر ہو۔ بھارت کا دیو استبداد اس سرزمین کو کچل رہا ہے۔ اس کے سہاگ لوٹ رہا ہے۔ اس کے بچوں اور عورتوں تک کے قتل کرنے سے اسے گریز نہیں کونسی آفت ہے جو ان پر توڑی نہیں جاتی، کونسا ظلم ہے جو اُن پر روا نہیں رکھا جاتا۔ اللہ تعالے کشمیر میں ہمارے بھائیوں کی جان و مال، گھر بار اور عزت و ناموس کی اپنی جناب سے حفاظت فرمائے۔ گو ہم کمزور اور ناتواں ہیں لیکن وہ عزیز و توانا ہے ہم نے بارہا دیکھا ہے اسے سب طاقتیں حاصل ہیں۔ اور وقت کا نہ تھمنے والا دھارا بڑے زور سے بہہ رہا ہے لیکن زمانہ بھی اسی کی مٹھی میں ہے وہ اپنی نصرت کا ہاتھ ہماری طرف بڑھائے اور ہر رنگ میں اسلام کی مدد فرمائے۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

واجعلنا منھم واخذل من خذل دین

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا

تجعلنا منھم وانصرنا علی

القوم الکافرین

(تعلیمی پرنٹرز لاہور)